بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

رمضان کا مہینہ جاتے ہوئے دیکھتا ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کے شہیدوں کے لہو کی شفق زمین سے آسمان تک پھیلی ہوئی ہے۔ زمین پر دیکھیں تو ایک طرف کشمیر، افغانستان اور فلسطین تک اور دوسری طرف برما، ارٹریا، یونان اور فلپائن تک سُرخ قالین سے بچھے ہوئے ہیں۔ اُوپر آسمان پہ نظر ڈالیں تو گویا لال شامیانے تنے ہوئے ہیں۔ درمیان میں یاقوت کے مہین ذرّوں کی طرح کا غبار پھیلا ہوا ہے۔

اِس غبار میں ذرا دُور دیکھیے تو عیدالفطر ہمارے پیارے بھائیوں کے لاشوں کے بیچ سے راستہ بناتی ہوئی آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی آ رہی ہے۔ وہ ہر گام پہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتی ہوئی پیش قدمی کرتی ہے۔ اس کے ہاتھوں میں ہلالِ عید کا جھنڈا خون سے تر بتر ہے۔ عیدِ مہرُو کی آنکھوں میں آنسو بھی ہیں، کیونکہ منظر سخت دردناک ہے، اگر اس کے چہرے پر خندہ بکھرا ہوا ہے جو نہ صرف اُن بندگانِ حق کے لیے تحفہ ہے جنھوں نے ماہِ صبر، ماہ قرآن اور ماہِ جہاد کا حق ادا کیا اور اس کی برکتوں سے اپنا حصّہ پا کر دنیا و آخرت کی فلاح کا سامان کیا، بلکہ یہ ایک خندۂ استہزا بھی ہے، ظلم، جارحیت اور تعصب کی ان چھچھوری حرکتوں کے خلاف جن کے چیلنج نے مظلوموں میں پہلے سر اُٹھانے کا جذبہ پیدا کیا، پھر قدم اُٹھانے کا، پھر عَلَم اُٹھانے کا اور آخر میں کلاشنکوف اُٹھانے کا ــــ یہاں تک کہ مجاہدینِ حق نے قیامت ہی اُٹھا دی اور یہ قیامت ظالم مظلوم کا حساب چکا دے گی۔

تو اے قارئین کرام! آپ نے رمضان کی برکتوں سے جتنا حصّہ پایا وہ آپ کو مبارک ہو، جتنا زیادہ قرآن کو پڑھا، سُنا، سمجھا اور اس کو سرمایۂ عمل بنایا وہ آپ کو

مبارک ہو۔ اپنا فطرانہ مستحقین تک پہنچایا وہ بھی آپ کو مبارک ہو۔

براہِ راست خود کسی جگہ جہاد میں شرکت کی یا مظلوم مُسلم مجاہدین کی مدد کی، مالی اور اخلاقی طور پر کی، یا بعض علاقوں کی بے بس اور شدید اذیتوں سے دوچار مُسلم اقلیتوں کو تقویت پہنچائی۔ ایسی خدماتِ عالیہ پر آپ کو صد بار مبارک! اور اب عید مناتے ہوئے جب آپ اپنے مطمئن ضمیر کے ساتھ خدا کے حضور دوگانہ عید میں تکبیرات کہتے ہوئے شکرانہ ادا کریں گے تو آپ ایک طرف خدائے بزرگ و برتر کے قرب میں ہوں گے اور دوسری طرف دُنیا بھر کے مسلم مجاہدین کی صفوں کے ساتھ کھڑے تکبیروں کی آواز بلند کر رہے ہوں گے ـــ آپ کو عید مبارک!

ہمیں وہ زمانہ ملا کہ اسے دورِ جہاد کہا جانا چاہیے۔

آج جس دَور میں سے ہم گذر رہے ہیں اس میں ہر مُسلم معاشرہ خداوندانِ الحاد کے جارحانہ حملوں اور میفروشانِ فحاشی کے سازشی نفوذ کی زد میں ہے۔ آج اسلام کو خود اپنی سرزمینوں میں غالب کرنے کے لیے، بہ حیثیت مُسلمان اپنی آزادی یا وجود کو بچانے کے لیے، اسلام کو تحریف و تجدید کے حملوں سے بچا کر صحیح شکل میں قائم رکھنے کے لیے کم سے کم اپنے اُوپر بھی اسلام کے اُصول و احکام کو جاری کرنے اور اپنے گھروں کو غیر اسلامی فاسد معاشرت سے بچانے، نیز اپنی اولادوں کو ملحدانہ، فاسقانہ اور زر پرستانہ ماحول میں بہ حیثیت مسلمان کے پروان چڑھانے کے لیے سوائے جہاد کے اور کوئی راستہ نہیں رہا۔ جہاد زبان و قلم سے شروع ہو کر سیاست و معیشت اور تعلیم و تحریر کے مراحل سے گذرتا ہوا بالآخر اپنی آخری جھلک رزم گاہِ تاریخ میں دکھاتا ہے۔ ایک طرح کا جہاد افغانستان، فلسطین اور کشمیر میں ہو رہا ہے، ایک طرح کا جہاد فلپائن، ارٹریا میں جاری ہے۔ ایک طرح کا جہاد مُسلم اقلیتوں کی مظلومی اور اس کے ساتھ بے مثال صبر و ثبات کی شکل میں برما، تھائی لینڈ، یونان اور بھارت میں ہو رہا ہے۔ ایک دوسری طرح کا جہاد جدید صلیبی معرکہ ہائے نفوذ کی شکل میں مُسلم اکثریت رکھنے والے

ممالک مثلاً انڈونیشیا، سوڈان، مصر، نائیجیریا، الجزائر وغیرہ میں جاری ہے۔ جہاں مغرب کی استعماری قوتیں قرضوں اور اقتصادی حربوں اور سازشی ماہرین اور سفیروں کے ساتھ حیوانی کلچر اور عیسائی مشنریز کے اداروں کو لے کر مسلم اکثریت کو خراب کرتی ہیں اور اسلامی رجحانات کو تباہ کرتی ہیں۔ مسلمان جماعتیں ان کا مقابلہ کرتی ہیں، مگر صلیبی محاذ افتراق پیدا کر کے دوسری جماعتوں کو ان سے ٹکرا دیتا ہے۔ ایک اور جہاد آذربائیجان ازبکستان اور تاجکستان میں جاری ہے۔ اور ایک وہ جہاد ہے جو پاکستان کے عوام کشمیر اور افغانستان اور تمام زیرِ آزمائش مسلمانوں کے لیے ایک ایسی جذباتی گھٹن کا دباؤ برداشت کرتے ہوئے بے حال ہو رہے ہیں جس کے نکاس کا کوئی راستہ اربابِ اقتدار ان کو نہیں بنا کے دے رہے۔ وہ پچھلے دس برس سے افغانستان میں اور اب کشمیر میں آزادی اور اسلام کی خاطر اپنے برادرانِ ملّت کے خون کی ندیاں طاغوتی جبریت کے ہاتھوں بہتی دیکھ رہے ہیں، مگر اپنے آپ کو بے بسی کے قفس میں بند پاتے ہیں۔

بہرحال مخالفِ اسلام اور معاندِ ملّت طاقتوں اور لادینیت، الحاد، دنیا پرستی اور فحاشی و عیاشی کے خوفناک حملوں کے مقابلے میں ہماری واحد قوتِ حیات، سامانِ بقا اور مقتضائے دین "جہاد" ہے۔ خواہ وہ کسی شکل اور کسی مرحلے میں ہو!

ماہِ جہاد ابھی گذرا ہے اور اس میں قرآن کو پڑھنے اور سننے اور سمجھنے والوں نے یہ سبق پالیا ہوگا کہ جہاد سب سے بڑی عبادت ہے اور دوسری ساری عبادتیں آدمی کو اس بڑی عبادت کے لیے تیار کرتی ہیں۔ جہاد جہاں آتا ہے، دنیا پرستی ختم ہو جاتی ہے۔ لذات کی ہوس باقی نہیں رہتی، بات بات پر اختلافات اور بال کی کھال اتارنے کے مشغلے کالعدم ہو جاتے ہیں، موت کا خوف دور ہو جاتا ہے، برکات نازل ہوتی ہیں، رحمت کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں۔ ملّی غیرت اور دینی حمیّت جاگ اٹھتی ہے۔ ایک طرف دین میں رتبہ بلند ہے تو جہاد والوں کے لیے اور دوسری طرف دنیا میں عزت و وقار ہے تو اہلِ نبرد کے لیے۔

جہاد ـــ یا جہاد کی نیت ـــ یا جہاد کی حمایت ـــ یا مجاہدین کی امداد ـــ یا ان کے

لیے مسلمانانِ عالم اور صداقت و انصاف کو ماننے والے ابنائے نوع کو مادی و اخلاقی اور اشاعتی امداد کے لیے اکسانا — یا اجتماعات اور مظاہروں کے انتظامات کرانا — یا اشاعتی مہمات چلانا۔

یہ سب نسخۂ جہاد کے اجزا ہیں جیسے جزوِ اعظم ملا اس کا تو بیڑا پار ہے، ورنہ عنداللہ اپنی نجات کے لیے یہ لازم ہے کہ اس نسخہ کے جن دوسرے اجزا کو اختیار کیا جا سکے، ضرور کیا جائے۔

جہاد کو تو تا دمِ آخر جاری رہنا ہے جیسا کہ حدیث میں خبر دے دی گئی ہے، کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہوگا۔ مگر آج ہمارے چاروں طرف اسلام دشمن اور جبر کیش طاقتوں کے خلاف کہیں مسلمان اکثریتیں اور کہیں اقلیتیں مظلومی کے مورچوں سے جن بہت سے معرکہ ہائے جہاد میں قربانیاں پیش کر رہی ہیں، اِن میں سے فوری توجہ طلب اس وقت مجاہدین کشمیر کا بھارت کے وحشیانہ اور ناجائز تسلط کے خلاف معرکۂ آزادی برپا کرنا ہے۔ ایک طرف تعدادِ افواج اور اسلحہ اور وسائل کے لحاظ سے گویا ابرہہ کا ہاتھیوں کا لشکر ہے اور دوسری طرف ایک ابابیل فورس ہے جس نے نئے دَور کے ٹینکوں والے ابرہہ کے عساکرِ جبر تبت کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔ مگر مسلمانوں سے نفرت اور پاکستان سے دشمنی رکھنے والے متعصب جنونی ہندوؤں کی طرف سے انتہائی بہیمیت کے سیاہ لاوے کی لہریں پے در پے پھولوں اور چشموں اور چناروں اور زعفرانوں کی جنت میں داخل ہو رہی ہیں۔ اور دُنیا کا یہ حال ہے کہ آزادی کے علمبردار، جمہوریت کے دعویدار اقوام کے حقِ خود اختیاری کے وکلاء، تہذیب کے اُستاد، علوم کے ماہر، سائنس کے اربابِ کمال، اقوامِ متحدہ کے سرپرستانِ امن — بلکہ خود عالمِ اسلام کے بڑے بڑے اصحابِ ایمان و علم اور اربابِ جاہ و اقتدار دم بخود یوں دیکھ رہے ہیں جیسے تاریخ کے سینما ہاؤس میں دل بہلانے کے لیے کوئی فلم دکھائی جا رہی ہو۔ اوروں کو تو کیا کہیے، بہ حیثیت قوم و مملکت ہم جو اہلِ کشمیر کے پڑوسی بھی ہیں، بلکہ پہلے سے

کشمیر کا ایک حصہ ہمارے ساتھ ہے اور بقیہ باشندگانِ مقبوضہ کشمیر بھی ہم سے آملنے کے لیے بے چین ہیں، انہوں نے ہمارے ساتھ یک جہتی کا اظہار کرنے کے لیے ایتوار کے بجائے جمعہ کی چھٹی مقرر کر لی ہے اور بھارت کے مقررہ وقت کو چھوڑ کر اپنی گھڑیاں ہمارے وقت کے ساتھ ملالی ہیں، اور پھر وہ ہمارے سچے دینی بھائی بھی ہیں جن کے ساتھ ہمارا رشتۂ اخوت حضرت محمد مصطفٰےؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلمہ طیبہ سے قائم ہوا ہے ـــ آخر ہمارا اب تک کا کارنامہ کیا ہے؟

اب انہوں نے حقِ آزادی اور حقِ خود ارادی کے حصول کے لیے جانوں، مالوں اور نوابیس کی ساری متاع جھونک دی ہے۔ اگر اس مرحلے میں ہم اپنا فرض ادا نہ کر سکے تو ناراستی و ناانصافی کے تارکول کا منحوس سیلاب ان کے سروں سے گذر جائے گا۔ (خدا نہ کرے) اور اگر ہم نے کوتاہی کی تو ہمارا وقار اور ہمارے حوصلے پستی میں گر جائیں گے اور جنوب مشرقی دنیا کا ابرہہ اپنی دفاعی قوّت کے ہاتھیوں کو ساتھ لے کر کسی بھی لمحے خود ہماری طرف بڑھ سکتا ہے۔ چانکیائی سیاست کے اژدھا سے آس پاس کے کسی ملک کو پناہ نہ ملے گی۔

اندریں احوال ضروری ہے کہ ہم کشمیریوں کے دُکھوں کو اپنا دُکھ سمجھیں، ان کے زخموں کو اپنے دل و جگر پر محسوس کریں۔ اور ان کے مطالبۂ حقِ خود اختیاری کے لیے چند روز کے اندر اندر دُنیا بھر میں ہم ایسا شور اُٹھا دیں کہ ظلم و بہیمیت کی اس نوخیز قوّت کا سر جھکا جائے جو برِّ اعظم ایشیا کی گود میں پل کر اُبھر رہی ہے۔

مسئلہ کشمیر کو سمجھنے کے لیے ہمارے لیے بہترین ممد وہ تاریخی ریکارڈ ہے جو بھارت کی کثیر التعداد مُسلم اقلیت کے ساتھ برسوں پر پھیلے ہوئے بہیمانہ سلوک کا آئینہ دار ہے ـــ بلکہ پاکستان کی تشکیل سے پہلے، تشکیل کے وقت اور تشکیل کے بعد جو ظالمانہ سازشی کارروائیاں بھارت نے ہمارے ساتھ کی ہیں ان کی ایک بڑی مثال پاکستان سے اس کے مشرقی حصّے کو جدا کرنا ہے جس کے متعلق اندرا آنجہانی نے کہا تھا کہ ہم

نے ایک ہزار سال کا بدلہ مسلمانوں سے لے لیا ہے۔ ستم تو یہ کہ بھارت مالدیپ سری لنکا اور بھوٹان کے خلاف توسیع مملکت کی بھوک مٹانے کے لیے جو اقدامات کر چکا ہے اور ابھی تازہ تازہ جو کارروائی اس نے نیپال میں کی ہے، یہ حالات بتلاتے ہیں کہ ہمارے اس پڑوسی کو انسانیت کے حقوق اور اقدار کا سرے سے لحاظ ہی نہیں ہے۔ بس ایک پاگل گینڈا ہے جو ہر طرف لوگوں کے حقوق کو روندتا پھرتا ہے۔

کشمیر کے باشندوں نے اپنی آزادی کے لیے بڑی طویل جنگ لڑی ہے مگر اُن کے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ ایک مرتبہ انگریزوں نے ریاست کو قوم سمیت نقد قیمت لے کر ڈوگروں کے ہاتھ اس طرح فروخت کیا جیسے اینٹ پتھر یا بھیڑ بکریاں فروخت کی جاتی ہیں۔ قوم فروشی کا ایسا گھٹیا ریکارڈ شاید اور کسی شہنشاہیت کے ہاں نہ ملے۔ پھر اسی انگریز حکومت کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن (اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن) نے پنڈت نہرو کے ساتھ ایسا سیاسی رومانس لڑایا کہ ریڈ کلف کے ذریعے تقسیم برصغیر کی لکیر نہایت غیر منصفانہ شکل میں کھینچی گئی اور خاص اہتمام سے پٹھانکوٹ کے راستہ سری نگر سے زمینی رابطہ کی صورت پیدا کر کے بھارتی مگرمچھ کے لیے ریاست جموں و کشمیر کو نگلنے کا موقع مہیا کر دیا گیا۔ ریڈ کلف کی یہ ناانصافی ویسی ہی مجرمانہ ہے جیسا کہ فلسطین کے لیے اعلان بالفور تھا۔ بعد ازاں قائداعظم نے یہ چاہا کہ باشندگانِ کشمیر کو جو مظاہرات اور جلسے جلوسوں کے ذریعہ جمہوری طور پر یہ واضح کر چکے تھے کہ وہ بھارت کا استبداد قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ انہیں بھارت کی فوجی جارحیت سے تحفظ دلایا جائے۔ انہوں نے پاکستان کے قائم مقام کمانڈر انچیف سر ڈگلس گریسی کو حکم دیا کہ وہ پاکستانی فوج کی ۲ بٹالین سری نگر بھیج دے۔ گریسی نے انکار کر دیا۔ یہی گریسی ہے جس نے وادیٔ کشمیر میں قبائلیوں کی پیش قدمی کی پہلی خبر بھارت کے سینا پتی لاک ہارٹ تک خفیہ ٹیلی فون کے ذریعے پہنچائی۔ اب قائداعظم کے حکم کو ماننے سے اُس نے انکار کر دیا۔ اور اس کی اطلاع فیلڈ مارشل آکنلک کو دہلی

میں پہنچا دی۔ آکنلک نے چیف آف سٹاف لندن ایک سگنل بھیجا جس میں گریسی کو قائداعظم کے دیئے ہوئے حکم کی خطرناکی کی اطلاع دی۔ آکنلک ۲۸ اکتوبر کو لاہور آکر گریسی سے ملا۔ پھر اس نے قائداعظم سے ملاقات کر کے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر آپ نے حکم واپس نہ لیا تو تمام انگریز افسر پاکستانی فوج سے واپس بلا لیے جائیں گے۔ مجبوراً قائداعظم نے احکام تو واپس لے لیے، مگر وہ سخت طیش کی حالت میں تھے۔ کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ پاکستان کو بھی اور کشمیر کو بھی ایک سازش میں جکڑا جا رہا ہے۔

سازش کی کڑیاں ـــ جواہر لعل نہرو، لارڈ ماؤنٹ بیٹن، ریڈکلف، ڈوگرہ مہاراجہ ہری سنگھ (جس نے پاکستان کے معاہدۂ قائمہ توڑ کر ہندوستان کے ساتھ ریاست کے الحاق کی دستاویز لکھی)، جنرل گریسی، فیلڈ مارشل آکنلک۔

یعنی برطانیہ جو اس وقت ایک بڑی طاقت بلکہ شہسوارِ تہذیب بنا ہوا تھا۔ اس کے عالی مرتبت سپوت چانکیائی مزاج کی قومِ ہنود کے لیڈر کے ساتھ راستی و انصاف اور آزادی و جمہوریت کے اصولوں کو پامال کر کے محض اس لیے سازشی گٹھ جوڑ کر رہے تھے کہ ایک تو بھارت بڑا ملک اور بڑی مارکیٹ تھا۔ اور دوسرے امپیریلسٹ طاقتوں نے مسلمانوں سے بحالتِ مظلومی و غلامی بھی ایسے زخم کھائے تھے کہ ان کا تدارک اپنے ہم مزاج ہنداؤں ہی سے مل سکتا تھا اور عرصہ سے وہ برصغیر میں ان کی سرپرستی کر رہے تھے۔

۴۸-۱۹۴۷ء کی اس نزاع کی روک تھام اقوام متحدہ نے کی۔ بھارت خود سارا مقدمہ لے کر گیا، جواباً پاکستان نے اصولِ تقسیم برصغیر اور ریاستوں کے عوام کے حقِ خوداختیاری کو نمایاں کیا۔ بالآخر ایک قرارداد کے ذریعے طے پایا کہ مسئلہ کشمیر کا حل ایک غیرجانب دارانہ استصواب کے ذریعے ہوگا۔ جس میں ریاست جموں و کشمیر کے باشندے اپنی آزاد مرضی سے خود فیصلہ کریں گے کہ وہ بھارت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا پاکستان کے ساتھ۔

لیکن بھارت اور بھارت نواز عالمی طاقتوں نے یہ شرمناک مثال قائم کی کہ استصواب

کے ریزولیوشن کے پاس ہو جانے کے بعد عملاً استصواب منعقد کرانے کا فرض تقریباً ۴۲ سال کے لیے ملتوی چلا آرہا ہے۔ اس تاخیرِ بے جا نے مزید سازشوں اور بے انصافیوں کے راستے کھول دیئے۔

بھارت کے واحد معتمد علیہ سیاسی رہنما ئے کانگریس پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۸ مئی ۱۹۵۴ء تک دسیوں مرتبہ ریاست جموں و کشمیر میں استصواب کرانے کا حتمی اقرار و اعلان کیا۔ ان بار بار کے اعلانات میں سے ہم صرف ایک مختصر اقتباس سامنے لاتے ہیں۔ ۲۶ جون ۱۹۵۲ء کو بھارتی پارلیمنٹ میں پنڈت نہرو نے بیان دیتے ہوئے کشمیر کے مستقبل کے متعلق کہا کہ:

> "اگر آزادانہ، غیر جانب دارانہ اور منصفانہ استصواب کے ذریعے کشمیری عوام نے ہمیں کہا کہ وہ بھارت کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تو ہم ان کا فیصلہ ہر حالت میں تسلیم کر لیں گے۔ خواہ یہ ہمارے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور اس میں ہمیں کتنا نقصان ہی کیوں نہ اُٹھانا پڑے۔ ہمیں یہ فیصلہ قبول کرنا ہی ہو گا۔ اگر اپنے ایفائے عہد میں ہمیں اپنا آئین بھی تبدیل کرنا ضروری ہوا تو ہم بہ خوشی اس میں ترمیم کر لیں گے۔"

ذرا ان الفاظ کو پڑھیے اور اقوامِ متحدہ کی قرارداد استصواب کی روشنی میں پڑھیے تو بات تو بڑی سچی اور پختہ سامنے آتی ہے، مگر کہنے والا آنجہانی اور اس کے جانشین اور اس کی قوم سچائی کی اس نمائشی لفظی جھلی کے نیچے ایک بڑا جھوٹ چھپائے ہوئے تھے۔ سازش کہتے ہی اسی کو ہیں کہ آپ کسی ظلم و فساد اور دروغ و فریب کے لیے لفظوں کا بہت خوب صورت لباس تراش کے اُوپر سے اُسے پہنا دیں۔

مگر فریب اور جھوٹ کا یہ مصنوعی لباس جسے بھارتی سیاست نے اقوامِ متحدہ کی قرارداد کا لحاظ کرتے ہوئے تراشا تھا۔ وہ جلد ہی تار تار ہو کر بکھر گیا اور فتنہ گری بالکل عریاں ہو کر سامنے آگئی۔ قراردادِ استصواب پر جب کئی برس کی گرد پڑ گئی تو بھارتی سامراج نے یہ شعور رکھتے ہوئے کہ پوری سازشِ کشمیر میں برطانیہ پہلے

ہی شریک ہے اور امریکہ بھی بھارت سے بگاڑنا نہیں چاہتا، اور روس کو تو پہلے ہی ہموار کیا جا چکا تھا - تب یہ آواز اُٹھی کہ کشمیر بھارت کا "اٹوٹ انگ" ہے۔ پھر "اٹوٹ انگ" کی رٹ بڑھتی ہی چلی گئی - یہاں تک کہ آج اٹوٹ انگ کے معنی یہ ہو گئے کہ کشمیر کے جوانوں کو بھی ہلاک کیا جائے اور شکار تعذیب بنایا جائے۔ عورتوں اور معصوم بچوں کو بھی اس طرح بھون ڈالا جائے جیسے کو بندوقچی تلیروں اور کبوتروں کا شکار کرتا ہے۔

یہ صریحاً ایک قوم کی نسل کشی کی مہم ہے اور یہ سزا ہے اس بات کی کہ اس کا بچہ بچہ آج آزادی اور حق خود اختیاری کا مطالبہ لے کے کیوں سربکف ہو کر اٹھ کھڑا ہوا ہے۔

اب یہ معاملہ ایسی جگہ آ پہنچا ہے کہ نہ صرف اہل پاکستان، بلکہ پورے عالم اسلام اور ساری نوع انسانی کو حرکت میں آ جانا چاہیے۔

چند اصولی نکات پر خاص توجہ دی جائے اور انہیں بھارت کے سامنے، اسلامی ممالک کے سامنے، مغربی دنیا اور اقوام متحدہ کے سامنے وفود، سفارتی ذرائع، پبلسٹی، قراردادوں اداریوں، محضر ناموں اور تاروں کے ذریعے، افراد اور اجتماعات اور کنونشنوں، اداروں اور بین الاقوامی مجالس کے ذریعے واضح مطالبوں کی صورت میں نمایاں کیا جائے۔

۱۔ اہلِ کشمیر کا یہ حق تسلیم کیا جائے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانیۂ آزادی، اقوامِ متحدہ کے چارٹر اور سلامتی کونسل کی پاس کردہ قرارداد استصواب کے مطابق اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا پورا اختیار رکھتے ہیں، جس میں نہ کسی کو مداخلت کا حق ہے، نہ رکاوٹ ڈالنے کا۔

۲۔ مسئلہ کشمیر کو طے کرنا نہ تو بھارت اور پاکستان کے معاہدوں کے ذریعے ہو سکتا ہے، نہ امریکہ یا کسی اور طاقت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس میں مداخلت کرے، بذریعہ استصواب یہ فیصلہ کرنا صرف اہلِ کشمیر کا کام ہے۔

۳۔ اہلِ کشمیر نے گذشتہ ریاستی انتخابات کا ریکارڈ حد تک بھرپور بائیکاٹ

کرکے فیصلہ دے دیا ہے کہ وہ بھارت کے ساتھ الحاق کے بندھن میں بندھے نہیں رہنا چاہتے۔ بلکہ انھوں نے اتوار کی جگہ جمعہ کو چھٹی کرنے اور بھارتی وقت کو ترک کرکے پاکستان کے وقت کے مطابق اپنی گھڑیوں کو سیٹ کرنے کی صورت میں پاکستان کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کر دیا ہے۔ بھارت کو چاہیے تھا کہ اس فیصلے کو چپ چاپ تسلیم کر لیتا۔

۴۔ اہل کشمیر ہرگز معاہدۂ تاشقند یا شملہ سمجھوتے کے پابند نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ ان میں فریق تھے ہی نہیں۔

۵۔ اگر بھارت اٹوٹ انگ کی رٹ چھوڑ کر استصواب کے لیے تیار ہو جائے تو اسے یا اقوامِ متحدہ کو فوری طور استصواب کی تاریخ کا اعلان کر دینا چاہیے۔

۶۔ استصواب کے انعقاد تک بھارت کو محض ایک عبوری (CARETAKER) حکومت کی حیثیت سے رہنا چاہیے اور استبداد سے کام لے کر لوگوں کو ہلاک، اسیر اور نظر بند کرنے سے پورا پرہیز کرنا چاہیے۔

۷۔ اس دوران میں پاکستان کے ایک نمائندہ دفتر کو وہاں کے حالات سے آگاہ رہنے کے لیے موجود رہنا چاہیے۔

۸۔ دنیا کے ہر ملک کے اخباری رپورٹروں اور فوٹوگرافروں کو ریاست جموں و کشمیر میں جاکر آزادی سے خبریں اور تصویریں حاصل کرنے، انٹرویو لینے اور رپورٹیں تیار کرکے باہر بھیجنے یا لے جانے کی اجازت ہونی چاہیے۔

۹۔ عالمی ریڈ کراس اور انجمن ہلال احمر کو سہولتیں دی جائیں کہ وہ اہلِ کشمیر کو غذائی طبی یا کسی دوسری طرح کی امداد بہم پہنچا سکیں۔

۱۰۔ ایک کمیشن عالمِ متحدہ کی طرف سے ۷ یا ۱۱ افراد پر مشتمل ایسا مقرر کیا جائے جس میں مسلم ممالک کی بھی مناسب نمائندگی موجود ہو۔ یہ کمیشن تمام واقعات و احوال کا جائزہ لے، مرنے والوں، زخمی ہو جانے والوں، بہیمیت کا شکار ہونے والی خواتین، جلائے جانے والے مکانات یا دکانوں، نظر بندوں اور قیدیوں اور ان کے

سامنے ہونے والے سلوک اور ان کے وجوہِ نظر بندی یا کسی جرم پر گرفتاری کی شکل میں ایف آئی آر کی پڑتال کی جائے۔

یہ کمیشن تمام نقصانات کے لیے تاوان (COMPENSATION) کی رقوم کا تعین کرے اور بھارت کو مجبور کیا جائے کہ وہ یہ تاوان فرد فرد کو ادا کرے۔

۱۱۔ اس درمیانی وقت میں اقوام متحدہ ایسے ممالک کے اور ایسے مسلک کے کافی فوجی نگرانوں کا تقرر کشمیر میں کرے جو حالات کی روزمرہ رپورٹ اقوام متحدہ، حکومت بھارت اور حکومت پاکستان کو، نیز ضروری اطلاعات پریس کو فراہم کرے۔

ان مطالبات کے لیے پاکستان اور بیرونِ پاکستان میں اس تیز رفتاری سے کام ہونا چاہیے کہ چند روز میں کوئی حل عمل میں آجائے، ورنہ ہر روز تباہی میں جو اضافہ ہو رہا ہے، اس کی مجرم حکومتِ بھارت کے علاوہ پوری دنیائے انسانیت بھی ہے۔

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں، ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں۔

(ادارہ)